

ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 5 No. 01 Jan-Mar 2026. Page#. 8902-8918
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal System

An Analytical Study of the Literary Contributions of The Religious Scholars of Pir Mahal

مشائخ پیر محل کی تصنیفی خدمات کا تجزیاتی مطالعہ

Muhammad Waseem
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, The Imperial College of Business Studies, Lahore
hwaseemsialvi@gmail.com
Dr. Taiyyiba Fatima
Assistant Professor, The Imperial College of Business Studies, Lahore
taiyyiba.fatima@gmail.com

Abstract
Pir Mahal (present-day District Toba Tek Singh) and the shrines (Khanqahs) in its vicinity hold a prominent place in the intellectual and spiritual history of Punjab. The saints (Mashaikh) of this region, alongside guidance, teaching, and purification of the self, have also left behind a valuable scholarly treasure through their writings. In the present article, an introduction to the prose and poetic works of the Mashaikh of Pir Mahal is presented, along with their thematic, linguistic, stylistic, and publication analysis. The study makes it clear that the literary capital of these Mashaikh covers diverse subjects such as Tasawwuf and Sulook, Fiqh and Ibadat, Munazara and Aqaid, Aurad and Wazaif, Tibb (Medicine), Safarnama (Travelogue), Tazkira (Biography), and Sufi poetry, and is spread across five languages: Arabic, Persian, Urdu, Punjabi, and Saraiki. A considerable portion of this treasure is still unpublished and preserved in the form of manuscripts in family libraries, while some portion has been lost to floods and negligence. At the end of the article, suggestions have been presented for the editing, preservation, and publication of this scholarly heritage.

Keywords: *Pir Mahal, Mashaikh, Literary Services, Sufi Literature, Urdu Prose, Punjabi Poetry, Manuscripts, Hazrat Qutb-e-Alam, Saleh Muhammad Safuri*

تعارفِ موضوع

برصغیر میں اسلام کی اشاعت اور مقامی زبانوں کے ارتقا میں صوفیائے کرام کا کردار محتاجِ بیان نہیں۔ انہوں نے رشد و ہدایت کے لیے فارسی کے ساتھ ساتھ عوام کی بول چال کی زبان کو بھی اختیار کیا، چنانچہ اردو نثر کے اولین نمونے بھی صوفیا ہی کی زبان سے منقول ہیں۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ اور مادرِ مومناں کے درمیان مکالمہ "خوجا، برہان الدین بالا ہے" اور اس کا جواب "مادرِ مومناں! پونیوں کا چاند بھی بالا ہوتا ہے" اردو نثر کا قدیم ترین نمونہ شمار کیا جاتا ہے۔(۱) دکن میں بھی بیشتر ابتدائی اردو نثر نگار بنیادی طور پر علما اور صوفیا تھے جن کا مقصد تبلیغِ دین تھا، اس لیے دینی مسائل، اخلاقی حقائق اور صوفیانہ رموز کو سیدھے سادے انداز میں پیش کر دینا ان کے لیے کافی تھا۔(۲) ڈاکٹر جمیل جالبی نے اسی عہد کی فضا کو یوں بیان کیا ہے کہ:

> "صوفیائے کرام عرفانِ ذات کے رازہائے سربستہ اسی زبان میں بیان کر رہے ہیں۔ علماء دین و تبلیغ کا کام اسی سے لے رہے ہیں۔"(۳)

یہی روایت آگے چل کر پنجاب کی خانقاہوں تک پہنچی جہاں مشائخ نے فارسی کی جگہ رفتہ رفتہ اردو اور پنجابی کو تصنیف و تالیف کا ذریعہ بنایا۔ پیر محل(۴) کے مشائخ اسی تسلسل کی ایک اہم کڑی ہیں۔ ان کے ہاں تصنیف محض علمی مشغلہ نہیں بلکہ تبلیغ، اصلاحِ عقائد، تربیتِ سالکین اور عوام کی دینی ضروریات کی تکمیل کا ذریعہ رہی ہے۔

مقاصدِ تحقیق

اس مقالے کا مقصد درج ذیل سوالات کا جواب تلاش کرنا ہے:(۱) مشائخِ پیر محل کی تصنیفی خدمات کا دائرہ کیا ہے؟(۲) ان تصانیف کے بنیادی موضوعات اور محرکات کیا ہیں؟(۳) ان میں کون سی زبانیں اور کون سے اسالیب برتے گئے؟(۴) ان تصانیف کی اشاعتی کیفیت کیا ہے اور ان کے تحفظ کے لیے کیا اقدامات درکار ہیں؟ تحقیق کا منہج توضیحی و تجزیاتی ہے، اور بنیادی مآخذ کے طور پر خود مشائخ کی تصانیف، ان کے مرتبہ مجموعے اور خاندانی مخطوطات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

پیر محل: علمی و روحانی پس منظر

پیر محل کی سرزمین ایک ایسا روحانی گہوارہ رہی ہے جہاں اولیاء، مشائخ اور علما نے صدیوں تک علم و عرفان کی شمعیں روشن رکھیں۔ دربارِ عالیہ قطبیہ سندھیلیانوالی، دربار مائی صفوراں، خانوادۂ قدوائیہ، سادات گیلانیہ اور ترمذی سادات کی خانقاہیں اس خطے کے علمی و روحانی مراکز رہے۔ اختر سدیدی لکھتے ہیں:

> " ۱۹۶۰ء میں لائل پور کے پندرہ روزہ "شب و روز" نے پیر محل پر ایک خاص نمبر شائع کیا جس میں یہاں کے مذہبی اداروں کا تفصیلی تذکرہ ملتا ہے۔"(۵)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بیسویں صدی کے وسط تک پیر محل ایک مستحکم دینی و علمی مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ ان خانقاہوں کی ایک نمایاں خصوصیت یہ رہی کہ یہاں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کو تزکیۂ نفس سے الگ نہیں سمجھا گیا۔ حضرت قطب عالمؒ کی مجالس میں "فیضِ سبحانی"، "مکتوباتِ عشق" اور "مراۃ العارفین" جیسی کتبِ تصوف کا باقاعدہ درس ہوتا، کوئی پڑھا لکھا درویش کتاب پڑھتا اور حضرت ساتھ ساتھ اس کی عام فہم تشریح فرماتے، اور بعد میں اپنی تصنیفات بھی مجلس میں پڑھاتے رہے۔(۶) یہی وہ ماحول تھا جس نے یہاں کے مشائخ کو قلم اٹھانے پر آمادہ کیا اور ان کی تصانیف کو درسی و تربیتی رنگ عطا کیا۔

مشائخِ پیر محل کی تصانیف کا تعارف و تجزیہ

ذیل میں مشائخِ پیر محل کی تصنیفی خدمات کو شخصیات کے اعتبار سے پیش کیا جاتا ہے۔ ہر شخصیت کے تحت پہلے ان کی تصانیف کا تعارف اور پھر ان کی علمی و فنی خصوصیات کا مختصر تجزیہ دیا گیا ہے۔

۱۔ حضرت قطب عالم سید قطب علی شاہ بخاریؒ

حضرت سید قطب علی شاہ بن سید امام شاہ بخاریؒ، جو "قطب عالم" کے لقب سے معروف ہیں۔ پیر محمد طاہر حسین قادری لمعاتِ قطب میں لکھتے ہیں:

> "سید قطب علی شاہ بن سید امام شاہ بخاریؒ، اپنے پیر و مرشد حضرت پیر سید چراغ علی شاہؒ کے وصال کے بعد سندھیلیانوالی کی مسندِ ارشاد پر رونق افروز ہوئے اور سلسلے کی تبلیغ و اشاعت میں گراں قدر اضافہ کیا۔"(۷)

آپ نے درویشوں کی تعلیم و تربیت کے علاوہ اپنے دور میں اٹھنے والے متعدد فرقوں کا سدِ باب فرمایا اور قلم کے ذریعے اپنے متوسلین کے لیے ایک علمی سرمایہ یادگار چھوڑا۔ مشائخِ پیر محل میں تصنیفی اعتبار سے آپ کا مقام سب سے نمایاں ہے۔

حضرت قطب عالم سید قطب علی شاہ بخاریؒ کی تصنیفی خدمات

آپ کی تصانیف کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: تصوف و سلوک، مناظرہ و ردِّ فرق، اور منظوم کلام۔

(الف) اسرار المعرفت

یہ کتاب طالبانِ شریعت و طریقت کے لیے ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت قطب عالمؒ نے اسے اپنے مرشد کے حکم پر ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء میں اردو زبان میں تحریر فرمایا۔ اس کا ابتدائی نام "ہدایت الانسان سر العارفان" تھا جسے بعد میں بدل کر "اسرار المعرفت" رکھا گیا۔ وجہِ تصنیف کے بارے میں آپ مقدمے میں لکھتے ہیں کہ مرشد نے ارشاد فرمایا:

> "اکثر عالم علم ظاہر کے ماہر اور باطن سے بے خبر کہ جس باطنی قصور کے سبب امت میں فتور ہے۔... اور بعضے فقیر بھی شریعت کے جاہل خود بخود اہلِ معرفت بن کر اکثر لوگوں کو شرع سے گمراہ کرتے ہیں... اس واسطے ایک ایسی مختصر تمام تحفہ کلام ہو کہ بغیر نام ہر مذہب کو عبرت اور مفید عام ہو۔"(۸)

یہ اقتباس کتاب کے بنیادی فکری محور کو واضح کرتا ہے، یعنی شریعت و طریقت میں توازن اور ظاہر پرست علما و بے شرع فقرا دونوں کی اصلاح۔ کتاب دس فصلوں پر مشتمل ہے: حقوق و آداب، عقائدِ اسلام، مذمتِ دنیا، توبہ و رحمتِ الٰہی، فرائضِ ظاہر و باطن، بیانِ معرفت، ذکر و فضیلتِ عشق، مسائلِ متفرقہ، حرکاتِ شیطان اور ختمِ ارواح۔ اس ترتیب سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف نے عقیدے سے آغاز کر کے عبادات، اخلاق اور پھر معرفت و عشق تک ایک تدریجی سلوکی نصاب مرتب کیا ہے۔ اسلوب کے اعتبار سے یہ کتاب انیسویں صدی کے اواخر کی اس اردو نثر کی نمائندہ ہے جس میں مقفیٰ و مسجع فقرے ("اس گلزارِ تازہ بہار کو دس فصل پر اختیار کر کے") اور فارسی تراکیب کا غلبہ ہے، تاہم مطالب کی ادائیگی میں سادگی اور وضاحت برقرار رہتی ہے۔

(ب) مناظرہ ہیر و قاضی

یہ کتاب اصحابِ حال کی تسکین کے لیے لکھی گئی۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں حافظ فتح محمد کی پنجابی سی حرفی، جو ہیر اور قاضی کے مابین ایک مکالمہ ہے، کے ہر بند کی اردو نثر میں شرح کی گئی ہے۔ قاضی شریعت کی تلقین کرتا ہے اور ہیر عشق و معرفت کی زبان میں جواب دیتی ہے۔

> "حضرت قطب عالمؒ نے آیات، احادیث اور بزرگانِ دین کی حکایات کے ذریعے تصوف کے اسرار و رموز کو عام فہم بنایا ہے۔ اس کے عنوانات میں شانِ مصطفیٰ ﷺ، نورِ اہلِ بیت، حقیقتِ علم، قصۂ بلعم باعور، "جو دم غافل سو دم کافر"، فضائلِ نماز، مرید و پیر کے باہمی حقوق، شرم و حیا اور شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ جیسے موضوعات شامل ہیں۔ دوسرے حصے میں آپ کا منظوم پنجابی کلام (ابیات، ترجیع بند اور کافیاں) درج ہے۔"(۹)

تجزیاتی اعتبار سے یہ کتاب نہایت اہم ہے کیونکہ اس میں ایک مقبول عوامی رومانوی قصے (ہیر رانجھا) کو صوفیانہ تمثیل میں ڈھال کر شریعت و طریقت کی کشمکش کو مکالماتی انداز میں حل کیا گیا ہے۔ یہ طریقِ کار پنجابی صوفی شاعری کی اس روایت سے ہم آہنگ ہے جس میں قصے کو معرفت کے بیان کا وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں مطبع کریمی سٹیم پریس لاہور سے ۱۰۴ صفحات پر، دوسرا ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء میں ۱۲۰ صفحات پر، تیسرا پاکٹ سائز میں اور چوتھا ستمبر ۱۹۹۸ء میں شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع ہوا، البتہ چوتھے ایڈیشن میں منظوم حصہ شامل نہیں کیا گیا۔ متعدد ایڈیشنوں کی اشاعت اس کی عوامی مقبولیت کا ثبوت ہے۔

(ج)مناظرانہ تصانیف

حضرت قطب عالمؒ کے عہد میں خاندانِ سادات میں شیعہ مسلک تیزی سے پھیل رہا تھا۔ پیر محمد طاہر حسین قادری مصنف "لمعاتِ قطب" کے مطابق:

"اُس زمانے خاندانِ سادات میں شیعہ مذہب ایک سیلاب کی طرح آ رہا تھا، اس کے سدِ باب کے لیے حضور قطب عالم ہمیشہ صفِ اول میں رہے۔"(۱۰)

اسی پس منظر میں آپ نے یکے بعد دیگرے پانچ کتب تصنیف فرمائیں:

شوائظ البرکات فی ردر می الجمرات:

یہ اس سلسلے کی ضخیم ترین اور مقبول ترین کتاب ہے جو ۱۳۱۳ھ میں تصنیف ہوئی۔ اس کے تین حصے ہیں: پہلے میں فضائلِ صحابہؓ پر دلالت کرنے والی آیات اور ان پر اعتراضات کا رد، دوسرے میں احادیث اور ائمہ پر اعتراضات کا جواب، اور تیسرے میں قرطاس، خلافت اور فدک کے مباحث۔ یہ پہلی بار ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۲ء میں مطبع کریمی سٹیم پریس لاہور سے، دوسری بار ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء میں حافظ سید محمد تاجرِ کتب سندھیلیانوالی کے اہتمام سے، اور تیسری بار ستمبر ۱۹۹۶ء میں شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع ہوئی۔

ردشیعہ بقول امامیہ:

یہ دو رسائل کا مجموعہ ہے۔ پہلا رسالہ ایک شیعہ کے تحریری سوال کے جواب میں آٹھ فصلوں پر مشتمل ہے، جن میں خلفائے ثلاثہ کے ایمان و خلافت کا ثبوت، نہج البلاغہ کے حوالوں کی تحقیق اور قرآن میں لفظ "شیعہ" و "سنت" کے استعمال کی بحث شامل ہے۔ دوسرا رسالہ "ردرسالہ برہان جلی" ہے جو غلام محمد نامی شخص کے رسالے کا جواب ہے۔ یہ ۱۳۶۹ھ میں گیلانی الیکٹرک پریس لاہور سے ۱۱۲ صفحات پر شائع ہوا۔

انوار قدسیہ فی ردر موز بدیعہ:

یہ بھی دو رسائل کا مجموعہ ہے جو ۱۳۴۰ھ میں تصنیف ہو کر اسی سال مطبع کریمی سے شائع ہوا۔ پہلا رسالہ (۱۴۴ صفحات) "ردشیعہ" کے جواب میں محمد حسن ساکن ٹاٹے پور کی تحریر کا رد ہے، جو دس مباحث میں حضرت علیؓ اور ائمۂ اہلِ بیت کے اقوال سے فضائلِ صحابہ ثابت کرتا ہے۔ دوسرا رسالہ (۱۶ صفحات) جلال پور کے مہر دوست محمد کے سوالات کے جواب پر مشتمل ہے۔

فہرست نہج البلاغہ:

نہج البلاغہ کے اردو ترجمے کی اشاعت کے بعد آپ نے عوام کی سہولت کے لیے اس کے ہر خطبے کا خلاصہ (تقریباً پچاس صفحات) مرتب فرمایا اور دوسرے حصے میں خطبۂ شقشقیہ پر دس صفحات میں تنقیدی بحث کی۔(۱۱) اس کتاب کے دو ایڈیشن (مطبع اسلامیہ اور گیلانی الیکٹرک پریس لاہور) کا ذکر ملتا ہے، جبکہ "امداد الہیہ" اور "مراۃ الفقراء" نامی دو کتب راقم کو تلاش کے باوجود دستیاب نہ ہو سکیں۔

رسالہ حیات النبی ﷺ:

یہ آپ کی آخری تصنیف بتائی جاتی ہے جو ۱۳۴۳ھ میں لکھی گئی۔ اس میں علمِ غیب، حاضر و ناظر، حیات النبی ﷺ اور زیارتِ روضۂ اقدس کے مسائل پر وہابی نقطۂ نظر کا رد کیا گیا ہے۔

مناظرانہ تصانیف کا تجزیہ کیا جائے تو چند نمایاں خصوصیات سامنے آتی ہیں۔ اولاً، ان کا محرک ہمیشہ کوئی خارجی سوال یا تحریر ہے، یعنی یہ تصانیف ایک زندہ مکالمے کا حصہ ہیں جس میں ہر رسالہ کسی سابقہ رسالے کے جواب میں لکھا گیا۔ ثانیاً، استدلال کا بنیادی طریقہ "الزامی" ہے، یعنی

فریقِ مخالف کے مسلّمہ مآخذ (نہج البلاغہ اور اقوالِ ائمہ) سے اپنا موقف ثابت کرنا۔ ثالثاً، تند و تیز مناظرانہ فضا کے باوجود لہجے میں ناصحانہ دل سوزی بھی جھلکتی ہے، جیسا کہ فہرست نہج البلاغہ کے آخر میں لکھتے ہیں:

"اے بھائیو! دیکھو میرا تو اس میں نہ کوئی مباحثہ ہے نہ مناظرہ ہے، یہ تمام امیر علیہ السلام کا کلام ہے، اس کو اچھی طرح غور کر کے سمجھو اور سوچو، خدا اور رسول کی طرف رجوع کرو... افسوس تو اس بات کا ہے کہ آپ میری باتوں کو مناظرہ سمجھ کر مجھ کو بُرا جانتے ہو، حالانکہ میں تمہارے بھلے کے واسطے... یہ نصیحت کر رہا ہوں۔"(۱۱)

یہ اقتباس اس امر کی دلیل ہے کہ ان تصانیف کا مقصد محض فتح و شکست نہیں بلکہ اصلاحِ عقیدہ اور خیر خواہی تھا۔ تاریخی اعتبار سے یہ کتب بیسویں صدی کے اوائل کے پنجاب میں مسلکی کشمکش، مقامی جاگیر دار طبقے (مثلاً رئیسِ کمالیہ) کی مذہبی سرپرستی اور رسائل و جوابی رسائل کی اشاعتی ثقافت کو سمجھنے کے لیے بھی اہم دستاویز ہیں۔

(د) منظوم کلام: دیوانِ قطبیہ

حضرت قطب عالمؒ شعر و شاعری کو باقاعدہ مشغلہ نہیں رکھتے تھے، اس لیے آپ نے کوئی دیوان مرتب نہ فرمایا، البتہ آپ کی تصانیف میں جا بجا غزلیات، مناقب اور دیگر منظومات ملتی ہیں۔ پیر محمد طاہر حسین قادری نے سجادہ نشین پیر سید ابرار حسین شاہ کی اجازت سے اس متفرق کلام کو جمع کر کے اکتوبر ۲۰۰۴ء میں "دیوانِ قطبیہ" کے نام سے شائع کیا جس میں فارسی، اردو اور پنجابی کلام الگ الگ درج ہے۔(۱۲) آپ کے کلام میں وحدت الوجود کے دقیق مسائل کو عام فہم پیرائے میں بیان کیا گیا ہے، مثلاً:

دور کر سب دعویٰ ہو خود سے جدا
پس فنا میں کچھ نہیں رہتا خطا
سب یہ اس کی ذات کا انوار ہے
فعل کل فاعل کا وہ مختار ہے
ذات اس کی ظاہر و باطن مدام
ہست اللہ نیست ہیں ہم سب تمام
(۱۳)

اسی طرح اتباعِ سنت پر آپ کا اصرار نظم میں بھی اسی شدت سے ظاہر ہوتا ہے جو نثر میں ہے:

کرے ترک جو سنتِ مصطفیٰ
ہووے دینِ احمدؐ سے بے شک جدا
ولے جس نے کی دل سے سنت قبول
خدا اس پہ خوشنود راضی رسول
(۱۴)

یہ اشعار واضح کرتے ہیں کہ حضرت قطب عالمؒ کے ہاں وحدت الوجود کا تصور شریعت سے آزادی کا نہیں بلکہ پابندیٔ شریعت کا متقاضی ہے، اور یہی وہ توازن ہے جو "اسرار المعرفت" کا بنیادی موضوع ہے۔ یوں ان کی نثر اور نظم ایک ہی فکری نظام کے دو مظاہر ہیں۔

۲۔ حضرت صالح محمد صفوریؒ

حضرت صالح محمد صفوریؒ، فرزندِ حضرت مائی صفوراںؒ، ایک قادر الکلام صوفی شاعر اور منجھے ہوئے نثر نگار تھے۔ لالہ حکم چند منشی نے "تواریخ ضلع ملتان" میں لکھا ہے:

"صالح محمد فرزند مائی صاحبہ بڑے عالم فاضل تھے، چند تصانیف ان کی عربی، فارسی اور ہندی (پنجابی) میں موجود ہیں۔"(۱۵)

آپ کی تصانیف کا مقصد اصلاحِ خلق تھا؛ بعض خالص مذہبی، بعض صوفیانہ مسائل پر اور بعض شاعرانہ رنگ کی حامل ہیں۔ پیر محمد طاہر حسین قادری لکھتے ہیں:

"افسوس کہ آپ کا بیشتر علمی سرمایہ دریائے راوی کے سیلابوں کی نذر ہو گیا، کیونکہ دربار مائی صفوراں کی جانب کچھ عرصہ پہلے تک راوی کا مضبوط بند موجود نہیں تھا۔"(۱۶)

آپ کے خانوادے کے فرد صاحبزادہ یوسف طاہر نے ان کتب کی بازیافت کے لیے برسوں محنت کی۔ ان کے درد بھرے الفاظ اس علمی المیے کی بہترین عکاسی کرتے ہیں:

"نگر نگر پھریا، مریداں نوں ملیا، لائبریریاں دی خاک چھانی، خاندان دیاں پیٹیاں پھرولیاں... کدروں ہک سطر وی لدھی ہاں نال لالئی۔ سچ آکھاں، بہوں کچھ لبھیا ہے پر سب کچھ نہیں لدھا۔" (۱۷)

دستیاب نثری تصانیف تینوں فارسی میں ہیں: "رسالۂ تصوف" جو تصوف کی حقیقت، مقامات و احوال اور سالک کی رہنمائی پر مشتمل ہے (اس کا پہلا صفحہ ناقص ہے)؛ "اعمالِ صالحہ" جس میں قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں کے ذریعے مشکلات کا حل بیان کیا گیا ہے؛ اور "خواص السور" جس میں قرآنی سورتوں کے خواص اور مختلف حاجات میں ان کے پڑھنے کے طریقے درج ہیں۔ یہ تینوں رسائل اس روایت کی نمائندگی کرتے ہیں جس میں خانقاہ عوام کے روحانی و نفسیاتی مسائل کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں فراہم کرتی تھی۔

منظوم تصانیف میں عربی نظم "مدح غوث الاعظم"، فارسی مثنوی "شرف نامہ" (سلطان عبدالحکیمؒ کے حالات و کرامات پر، جس کا پنجابی منظوم ترجمہ مولوی ثناء اللہ نے اور نثری خلاصہ پیر مبارک شاہ بغدادی نے "ملفوظاتِ عبدالحکیم" کے نام سے کیا)، فارسی "مثنوی سوہنی مہینوال" (جس کا نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ہے)، پنجابی حمدیہ سی حرفی "عاجزی نامہ"، پنجابی نعتیہ سی حرفی، "سسی پنوں"، پنجابی "سوہنی مہینوال"، "مدح عبدالحکیم"، "مدح حضرت جتی ابدال"، والدہ کی یاد میں نظم "ماں دی یاد" اور "دیہاڑے" شامل ہیں۔ یہ منتشر کلام صاحبزادہ یوسف طاہر نے "کلیاتِ صالح محمد صفوری" کے نام سے مرتب کیا۔ "عاجزی نامہ" "کاہر بند" "سن بار خدایا عاجزی" پر ختم ہوتا ہے:

میرے ہر کم وچ وکیل توں سُن بار خدایا عاجزی
خوشدل تیری تانگھ تے تیرے فضل کرم دی کانگھ تے
میرا بیڑا لائیں ٹانگھ تے سن بار خدایا عاجزی
(۱۸)

"دیہاڑے" کے بارے میں مرتب لکھتے ہیں کہ شاعر نے تیس دیہاڑے محبوب کی جدائی میں چو مصرعوں کی صورت میں لکھے تھے مگر خاندانی بیاض سے صرف دو دستیاب ہو سکے۔(۱۹) حضرت صفوریؒ کی تصانیف کا تجزیہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ مشائخ پیر محل میں لسانی اعتبار سے سب سے متنوع مصنف ہیں جنہوں نے عربی، فارسی، اردو اور پنجابی چاروں زبانوں میں لکھا۔ انہوں نے سوہنی مہینوال اور سسی پنوں جیسے مقبول رومانوی قصوں کو "عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی" کی صوفیانہ تمثیل بنا کر عوامی زبان میں پیش کیا، جو پنجابی صوفی ادب کی معروف روش ہے۔

۳۔ حضرت علامہ مفتی محمد اکبر رضویؒ

مفتی محمد اکبر رضویؒ ۱۹۵۳ء میں پیر محل تشریف لائے اور جامع مسجد سنی رضوی غلہ منڈی میں درس و تدریس اور افتا کا سلسلہ شروع فرمایا۔ آپ کی نثری خدمات دو صورتوں میں موجود ہیں: غیر مطبوعہ اور مطبوعہ۔ غیر مطبوعہ ذخیرے میں چار طرح کا مواد شامل ہے:

فقہی فتاویٰ:

ارکانِ اسلام، طلاق، فسخِ نکاح اور بیع و شراء جیسے موضوعات پر سینکڑوں فتاویٰ، جن میں محض جواب نہیں بلکہ فقہی دلائل، اقوالِ ائمہ اور ترجیحی دلائل بھی درج ہیں۔

درسی کتب پر حواشی و تعلیقات:

ذاتی کتب خانے کی درسی کتب پر بین السطور توضیحات اور اصلاحِ کتابت۔

غیر نصابی کتب پر نکات:

تفسیر، حدیث، سیرت اور تصوف کی کتب پر علمی، اخلاقی اور اعتقادی نکات۔

ڈائریاں اور رجسٹر:

روزمرہ علمی مشاہدات، تحقیقِ مسائل اور فکری واردات کا ذخیرہ۔

مطبوعہ تصنیف "مسائلِ نماز" ہے جو طہارت سے لے کر نمازِ جنازہ اور روزے تک کے مسائل، شرائط، واجبات، سنن، مستحبات اور ادعیہ و اذکار پر مشتمل ایک جامع دستور العمل ہے۔ اسے حاجی امجد علی ایڈووکیٹ (غلہ منڈی پیر محل) نے ایصالِ ثواب کے لیے ۲۰۰۲ء میں شوقِ مدینہ پرنٹنگ پریس پیر محل سے شائع کیا۔ تجزیاتی لحاظ سے مفتی صاحب کا تصنیفی مزاج خالص فقہی اور تدریسی ہے؛ ان کے ہاں تصنیف کا مقصد عوام کی روزمرہ دینی ضرورت کی تکمیل اور طلبہ کی تسہیل ہے۔ ان کے غیر مطبوعہ فتاویٰ اگر مرتب ہو جائیں تو یہ پیر محل اور نواح کی سماجی تاریخ (نکاح، طلاق اور تجارت کے مسائل) کا بھی ایک قیمتی ماخذ ثابت ہو سکتے ہیں۔

۴۔ حضرت پیر سید انور جیلانی شاہؒ

پیر سید انور جیلانی شاہؒ نے اگرچہ کثرت سے تصانیف نہیں کیں، مگر اپنے والد (پیر سید غلام جیلانی شاہ) کی تصانیف کو دوبارہ شائع کر کے مقبولِ عام بنایا، انہی کا درس دیتے اور مریدین میں تقسیم فرماتے۔ پیر سید غلام جیلانی شاہؒ ۱۸۶۳ء میں دریائے ستلج کے کنارے بھونڈری میں پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے شوق میں گھر چھوڑ کر لدھیانہ میں مولوی عبد العزیز سے تین سال تعلیم حاصل کی اور بٹالہ شریف میں سید نذر محی الدین شاہؒ کے دست پر سلسلۂ قادریہ فاضلیہ میں بیعت ہوئے۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۵۳ء کو وصال فرمایا اور چک ۴۷ گ ب کوٹ شریف (تحصیل سمندری) میں مدفون ہیں۔

پیر سید غلام جیلانی شاہؒ کی تصانیف

پیر سید غلام جیلانی شاہؒ کی تصانیف یہ ہیں:(۱) بہشت دی کنجی سراپا رمز،(۲) نغمہ مکمل کلام عارفانہ،(۳) جوگ ساگر،(۴) صراط العارفین،(۵) رموزِ نہانی،(۶) تعظیمِ مرشد،(۷) اللہ والیاں کی چکی،(۸) قلندر پانی پتی۔ ان عنوانات ہی سے ظاہر ہے کہ یہ کتب زیادہ تر پنجابی زبان میں عوامی تمثیلات (چکی، جوگ، کنجی) کے ذریعے سلوک و معرفت کی تعلیم دیتی ہیں۔

حضرت پیر سید انور جیلانی شاہؒ کی تصانیف

پیر سید انور جیلانی شاہؒ کی اپنی تصنیف "نذرانۂ مرشد" ہے جو سلسلۂ قادریہ فاضلیہ جیلانیہ کے مریدین کے لیے شجرۂ شریف، خاندانی وظائف، روزانہ معمولات اور اذکار و اوراد پر مشتمل ایک دستور العمل ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن حافظ اسحاق قادری کے اہتمام سے شائع ہوا اور تیسرا ایڈیشن مئی ۱۹۸۹ء میں شالیمار پرنٹنگ پوائنٹ فیصل آباد کے زیرِ اہتمام شفاخانہ غوثیہ کمالیہ سے ۱۰۵ صفحات پر شائع ہوا۔ مزید برآں آپ نے اپنے استاد سید ابو الحسنات محمد احمد قادریؒ کی نایاب کتاب "شمیمِ رسالت" (اولین اشاعت ۱۹۳۲ء) کو ۱۹۸۲ء میں دوبارہ چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔ پیر سید انور جیلانی شاہؒ کی مثال یہ واضح کرتی ہے کہ مشائخِ پیر محل کے ہاں "اشاعت و تقسیم" بھی تصنیفی خدمت ہی کی ایک صورت تھی؛ ایک نسل کی تصنیف کو اگلی نسل کی اشاعت نے زندہ رکھا۔

۵۔ حضرت پیر سید محمد حسین شاہ گیلانیؒ

پیر سید محمد حسین شاہ گیلانیؒ قیامِ پاکستان سے تقریباً پانچ سال پہلے پیر محل تشریف لائے۔ آپ ایک عمدہ قلم کار تھے اور مختلف اخبارات میں اصلاحِ نفس اور دینی و اخلاقی موضوعات پر کالم لکھتے رہے جو محفوظ نہ ہو سکے۔

حضرت پیر سید محمد حسین شاہ گیلانیؒ کی تصانیف

آپ کی تین غیر مطبوعہ تصانیف آپ کے صاحبزادے پیر سید منور حسین شاہ کے پاس محفوظ ہیں:

سفر نامۂ حج:

سفر حج کے ظاہری مراحل کے ساتھ باطنی کیفیات، حرمین شریفین سے والہانہ محبت اور اُس عہد کے سفری حالات، ذرائعِ سفر اور حجاج کے معمولات کا بیان۔

طبی بیاض:

امراض، ان کے اسباب و علامات، ادویہ اور نسخہ جات کا قلمی مجموعہ جو اپنے عہد کے مقامی طبی شعور کا آئینہ ہے۔

فہرستِ طبِ اکبر:

حکیم محمد اکبر ارزانی کی معروف طبی کتاب "طبِ اکبر" کے مندرجات کی باقاعدہ فہرست، جو اس کتاب سے استفادے کو سہل بناتی ہے۔(۲۰)

یہ تصانیف مشائخِ پیر محل کے تصنیفی دائرے میں ایک نئی جہت کا اضافہ کرتی ہیں، یعنی دینی ادب کے ساتھ "سفر نامہ" اور "طب" جیسے غیر روایتی موضوعات۔ سفر نامۂ حج اردو سفر نامہ نگاری اور مقامی تاریخ دونوں کے لیے اہم ماخذ بن سکتا ہے، جبکہ طبی بیاض اس حقیقت کی یاد دہانی ہے کہ خانقاہ ماضی میں جسمانی علاج کا بھی مرکز ہوا کرتی تھی۔

۶۔ حضرت میاں خالد ظفر قدوائیؒ

میاں خالد ظفر قدوائیؒ کا باقاعدہ تحریری شغف نہیں تھا، تاہم آپ نے مریدین کے اصرار پر اپنے اکابر کے احوال پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ "تعارف" تحریر فرمایا۔ اس میں قاضی معزالدین القدوہ المعروف قاضی قدوۃ الدینؒ اور قاضی شہاب باباخواجہ شہاب الدین قدوائیؒ کے حالات، اوصاف اور دینی خدمات کا بیان ہے، اور خاندانِ عالیہ چشتیہ عثمانیہ کا شجرۂ طریقت بھی درج ہے۔

حضرت میاں خالد ظفر قدوائیؒ کی تحریری خدمات

حضرت میاں خالد ظفر قدوائیؒ کا ایک مختصر مگر جامع رسالہ "تعارف" ۔ یہ رسالہ ڈاکٹر احمد قدوائی نے دوبارہ شائع کیا۔ تذکرہ نگاری کی روایت میں یہ رسالہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ یہ خانوادۂ قدوائیہ کی تاریخ کا بنیادی ماخذ ہے، اور اس امر کی مثال بھی کہ علمی کام کی قدر و قیمت حجم سے نہیں بلکہ مواد کی استناد سے متعین ہوتی ہے۔

۷۔ حضرت سید عبدالحق شاہؒ

حضرت سید عبدالحق شاہؒ نے اپنے خانوادۂ سادات میں نسل در نسل معمول کے مطابق پڑھے جانے والے وظائف، اوراد اور تعویذات کو قلم بند فرمایا۔ یہ رسائل تعداد میں محدود اور ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں۔ ان کی اہمیت یہ ہے کہ انہوں نے ایک زبانی اور خاندانی روایت کو تحریری شکل دے کر محفوظ کر دیا۔ تحقیقی نقطۂ نظر سے ایسے رسائل اس خطے کی عوامی دینداری (popular piety) اور خانقاہی معمولات کے مطالعے میں نہایت مددگار ہو سکتے ہیں۔

۸۔ صوفی شعرا اور ان کے منظوم مجموعے

مشائخِ پیر محل کی تصنیفی خدمات کا ایک بڑا حصہ منظوم ہے۔ نثر میں جہاں تعلیم و استدلال غالب ہے، وہاں نظم میں جذب و کیف، عشقِ رسول ﷺ اور معرفت کا اظہار نمایاں ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل شخصیات اور ان کے مجموعے قابلِ ذکر ہیں۔

(الف) حضرت میاں علی حیدر ملتانیؒ

میاں علی حیدر ملتانیؒ اس خطے میں حضرت سلطان باہوؒ کے بعد پنجابی کے بڑے شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ آپ کو اردو، پنجابی، سرائیکی، عربی اور فارسی پر عبور حاصل تھا۔ آپ کا فارسی کلام طبع نہ ہو سکا، البتہ پنجابی کلام متعدد مجموعوں کی صورت میں موجود ہے: (۱) "مکمل مجموعہ ابیات حضرت علی حیدر ہاشمی" جسے ملک فضل الدین ککے زئی نے مرتب کیا اور جس میں مکمل سی حرفی، ردیف وار متفرق اشعار اور قصۂ ہیر رانجھا شامل ہیں؛ (۲۱) (۲) "کلیاتِ علی حیدر"؛ (۳) سہ ماہی "وسیب" کا خصوصی شمارہ (مدیر: مختار علی شاہ)؛ (۴) "لعل ہیرے" جسے غلام رسول حسرت نے مرتب کیا اور جو ستمبر ۱۹۷۳ء میں ہمدرد پرنٹنگ پریس ملتان سے شائع ہوا؛ اور (۵) "دیوانِ عشق" مرتبہ میاں اللہ بخش جلال۔ (۲۲) معرفتِ باری تعالیٰ کے بیان میں فرماتے ہیں:

ل لیا لبھ ڈھولن نوں، جے غیر کنوں دل دور کیتا
باجھ خدا اللہ نا کوئی، اوسے رب ظہور کیتا
اس دل مینڈے نوں روشن وے حیدر!
پاک رسول دے نور کیتا
(۲۳)

رسول اکرم ﷺ سے امید کی وابستگی یوں بیان کرتے ہیں:

م محمد صل علیٰ دا، ہر دم ساتوں آسرا اے
اوسے دربار دے سائل، ہتھ اساڈے کاسڑا اے

(۲۴)

علی حیدرؒ کی شاعری کو میاں محمد بخشؒ اور احمد یار مرالوی جیسے شعرا نے خراجِ تحسین پیش کیا۔ ان کے کلام کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے سی حرفی کی عوامی صنف کو قرآنی و عربی حوالوں سے مزین کر کے توحید، عشقِ رسول ﷺ، فکرِ آخرت، رضا بالقضا، تکبر کی مذمت اور شب بیداری جیسے موضوعات کو اصلاحِ احوال کا ذریعہ بنایا۔

(ب) خلیفہ محمد جلال الدین سہروردیؒ

خلیفہ محمد جلال الدین سہروردیؒ نے سالکین کی اصلاح کے لیے اردو میں "مرشد نامہ" اور "ساقی نامہ" (۲۵) تحریر فرمائے۔ مرشد نامہ کا آغاز آپ کے شیخ مفتی سید غلام محمد شاہ سہروردیؒ کی منقبت سے ہوتا ہے، پھر چودہ اشعار پر مشتمل حمد، نعت، مناقبِ صحابہ و حسنین کریمینؓ اور عشقِ حقیقی کے ابواب ہیں۔ اس کے بعد مرشدِ ناقص، مرشدِ کامل اور بیعت پر الگ ابواب اور شیخ کی بارگاہ کے پندرہ آداب پر پندرہ ابواب قائم کیے گئے ہیں، اور آخر میں بتیس اشعار کا ساقی نامہ ہے۔ اس کتاب کی ایک فنی خوبی یہ ہے کہ مصنف قاری کے ذہن میں پیدا ہونے والے ممکنہ اعتراض کا جواب اگلے ہی شعر میں دے دیتے ہیں، مثلاً حدیث "لا احصی ثناء علیک" کی توضیح میں:

اس کے یہ معنی نہیں اے باوفا
کہ نہ ہرگز ہی کرے حمدِ خدا

(۲۶)

اسی طرح ہر باب کے مقطع میں اگلے باب کی طرف اشارہ کر کے ابواب کے مابین ربط قائم کرتے ہیں:

اے جلال الدین اب کچھ کر رقم
وصفِ شاہِ دو جہاں کا ہے اتم

(۲۷)

یوں مرشد نامہ ایک منظوم نصابی کتاب ہے جو آدابِ مرید و مرشد کو یاد رکھنے کے قابل صورت میں پیش کرتی ہے، اور یہ وہی تعلیمی مقصد ہے جو نثر میں "اسرار المعرفت" اور "نذرانۂ مرشد" کا ہے۔

(ج) حضرت سید امیر علی شاہؒ (فرخ)

سید امیر علی شاہؒ کی اردو اور پنجابی شاعری کو ان کے نواسے سید توقیر حسین شاہ کاظمی نے جمع کر کے "دیوانِ حافظ مجددی" کے نام سے پنجاب پرنٹنگ پریس قصور سے شائع کیا۔ ادبِ رسالت پر آپ کا اصرار ملاحظہ ہو:

خدا دے پناہ ان کی بے ادبیوں سے
اپنی بے ادبیوں سے بچائے محمد ﷺ

(۲۸)

اور منقبتِ اہلِ بیت میں عاجزانہ مقطع:

اے قدرت تو جو کانٹے کو بھی گل کر دے تو ممکن ہے
کیا تیرے فضل سے فرخ نکوتر ہو نہیں سکتا
(۲۹)

آپ "فرخ" تخلص کرتے تھے۔ آپ کے کلام میں حمد، نعت، منقبتِ اہلِ بیت، نبی کریم ﷺ کے امی و اعلم ہونے کا مضمون اور غزل شامل ہیں۔

(د) حضرت سید محمد زکریا الحسن شاہ ترمذیؒ (ذکی)

سید زکریا الحسن شاہ ترمذیؒ کا نعتیہ دیوان "صلِّ علیٰ" تین حصوں پر مشتمل ہے: حصہ اول عمر سنز لاہور سے، حصہ دوم زاہد مختار پرنٹنگ پریس پیر محل سے، اور حصہ سوم اسحاق گرافکس فیصل آباد سے شائع ہوا۔(۳۰) آپ ذکی، زکریا اور ترمذی تخلص کرتے تھے۔ آپ کے کلام میں نعت اور قصیدۂ نعتیہ کی کلاسیکی روایت کے ساتھ عصری شعور بھی جھلکتا ہے:

جو کہ بارود اور بم کے اس دور میں محفلیں میرے شاہؐ کی سجائے بہت
وقتِ آخر ذکیؔ اُس کا دیدار ہو جبکہ آنکھوں کی لو دھندلائے بہت
(۳۱)

"بارود اور بم کے اس دور" جیسی ترکیب اس بات کی علامت ہے کہ نعت گو شاعر اپنے عہد کے اضطراب سے بے خبر نہیں، اور وہ محفلِ میلاد کو اس اضطراب کا روحانی جواب سمجھتا ہے۔ آپ کے کلام میں پیر محل سے والہانہ نسبت بھی ملتی ہے: "شاہوں کو شاہی ہو مبارک، ہم تو فقیر ہیں پیر محل کے"۔(۳۲)

مجموعی تجزیہ

مشائخِ پیر محل کی تصانیف کو موضوع کے اعتبار سے درج ذیل گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

موضوع	نمایاں تصانیف	مصنفین
تصوف و سلوک	اسرار المعرفت، مناظرہ ہیر و قاضی، رسالۂ تصوف، صراط العارفین، رموزِ نہانی، تعظیمِ	مرشد قطب عالم، صالح محمد صفوری، سید غلام جیلانی شاہ
اوراد و وظائف	نذرانۂ مرشد، اعمالِ صالحہ، خواص السور، رسائلِ اوراد	سید انور جیلانی شاہ، صالح محمد صفوری، سید عبد الحق شاہ
فقہ و عبادات	مسائلِ نماز، فتاویٰ جات، درسی حواشی	مفتی محمد اکبر رضوی
عقائد و مناظرہ	شوائط البرکات، رد شیعہ، انوار قدسیہ، فہرست نہج البلاغہ، حیات النبی	قطب عالم
تذکرہ و سفر نامہ	تعارف، سفر نامۂ حج	میاں خالد ظفر قدوائی، سید محمد حسین شاہ گیلانی
طب	طبی بیاض، فہرستِ طبِ اکبر	سید محمد حسین شاہ گیلانی
منظوم صوفیانہ ادب	دیوانِ قطبیہ، کلیاتِ صفوری، دیوانِ عشق، مرشد نامہ، دیوانِ حافظ مجددی، صلِّ علیٰ	قطب عالم، صفوری، علی حیدر، جلال الدین سہروردی، امیر علی شاہ، زکریا ترمذی

اس جدول سے واضح ہے کہ تصوف و سلوک اور منظوم صوفیانہ ادب اس ذخیرے کا مرکزی حصہ ہیں، جبکہ مناظرانہ ادب حضرت قطب عالمؒ کی ذات سے مخصوص ہے۔ فقہ، طب، سفر نامہ اور تذکرہ جیسے موضوعات اس ذخیرے کو محض خانقاہی ادب سے بڑھا کر ایک وسیع علمی دائرے کا حامل بنا دیتے ہیں۔

لسانی تنوع

یہ ذخیرہ پانچ زبانوں پر مشتمل ہے اور اس میں زبانوں کا ایک واضح تاریخی ارتقاد کھائی دیتا ہے۔ قدیم تر تصانیف (حضرت صالح محمد صفوریؒ کے رسائل اور مثنویاں) زیادہ تر فارسی میں ہیں، جو اٹھارویں اور انیسویں صدی کی علمی زبان تھی۔ انیسویں صدی کے اواخر سے حضرت قطب عالمؒ کے ہاں اردو نثر غالب آجاتی ہے اور بیسویں صدی میں تمام نثری تصانیف (مسائلِ نماز، نذرانۂ مرشد، سفر نامۂ حج) اردو میں ہیں۔

دوسری جانب پنجابی اور سرائیکی ہمیشہ عوامی ابلاغ کی زبان رہیں، چنانچہ سی حرفی، کافی، دوہڑہ اور قصے کی صورت میں منظوم کلام ان ہی زبانوں میں ملتا ہے۔ یہ تقسیم اس اصول کی عکاس ہے کہ مشائخ نے مخاطب کے اعتبار سے زبان کا انتخاب کیا: علما کے لیے فارسی و عربی، تعلیم یافتہ عوام کے لیے اردو، اور دیہی عوام کے دلوں تک رسائی کے لیے پنجابی۔ میاں علی حیدرؒ کا فارسی میں کلام کہنا بھی اسی شعور کا مظہر ہے کہ دربار اور اشرافیہ تک پیغام فارسی ہی کے ذریعے پہنچ سکتا تھا۔

اسلوبیاتی خصوصیات

نثر کے اعتبار سے دو اسالیب نمایاں ہیں۔ میاں اللہ بخش جلال لکھتے ہیں:

> پہلا وہ مقفیٰ، مسجع اور فارسی آمیز اسلوب جو "اسرار المعرفت" کے مقدمے میں ملتا ہے اور اردو نثر کی اس قدیم روایت سے جڑا ہے جس کا آغاز "سب رس" اور "نوطرزِ مرصع" سے ہوا تھا۔ دوسرا سادہ، عام فہم اور مدعانویسی کا اسلوب جو "مسائلِ نماز"، "نذرانۂ مرشد" اور مناظرانہ رسائل کے متن میں غالب ہے۔ یہ دونوں رجحانات اردو نثر کی عمومی تاریخ کے متوازی ہیں، جس میں علما و صوفیا کی تحریریں مدعانویسی کی وجہ سے سادگی کی طرف مائل رہیں۔ (۳۳)

نظم میں سی حرفی (حروفِ تہجی کی ترتیب)، ٹپے کے مصرعے (مثلاً "سن بار خدایا عاجزی")، مثنوی، قصیدہ اور ساقی نامہ جیسی اصناف استعمال ہوئیں جو حفظ و ترنم کے لیے موزوں اور مجالس میں پڑھے جانے کے لیے مثالی ہیں۔ مجموعی طور پر اس ادب کا اسلوب "تعلیمی" ہے، یعنی خوش بیانی سے زیادہ ابلاغ اور اثر آفرینی مقصود ہے۔

تصنیفی محرکات

ان تصانیف کے محرکات کا مطالعہ دلچسپ نتائج سامنے لاتا ہے۔ بیشتر کتب کسی "حکم" یا "تقاضے" کے نتیجے میں لکھی گئیں: "اسرار المعرفت" مرشد کے حکم پر، رسالہ "تعارف" مریدین کے اصرار پر، مناظرانہ رسائل مخالفین کے سوالات کے جواب میں، اور "مسائلِ نماز" عوامی ضرورت کے تحت۔ گویا یہ ادب کسی خلوت نشین مصنف کی ذاتی خواہش کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک زندہ برادری کی ضروریات کا جواب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان تصانیف میں عملی رہنمائی (اوراد، آداب، مسائل) کو نظری مباحث پر فوقیت حاصل ہے۔

اشاعتی کیفیت اور تحفظ کا مسئلہ

اشاعتی تاریخ کے اعتبار سے مطبع کریمی سٹیم پریس لاہور، گیلانی الیکٹرک پریس لاہور اور شرکت پرنٹنگ پریس لاہور حضرت قطب عالمؒ کی کتب کے بنیادی ناشر رہے، جبکہ "تاجرانِ کتب سندھیلیانوالی" (میاں سردار بخش اور حافظ سید محمد) نے مقامی سطح پر اشاعت کا اہتمام کیا۔ بعد کے ادوار میں شوقِ مدینہ پرنٹنگ پریس اور زاہد مختار پرنٹنگ پریس پیر محل جیسے مقامی مطابع سامنے آئے، جو اس امر کی علامت ہے کہ پیر محل خود ایک چھوٹا اشاعتی مرکز بن گیا۔

اس کے برعکس اس ذخیرے کا ایک بڑا حصہ اب بھی غیر مطبوعہ ہے: مفتی محمد اکبر رضویؒ کے فتاویٰ و حواشی، سید محمد حسین شاہ گیلانیؒ کا سفر نامہ اور طبی مخطوطات، اور سید عبدالحق شاہؒ کے رسائل۔ کچھ حصہ مکمل طور پر ضائع ہو چکا ہے، مثلاً حضرت صفوریؒ کی کتب جو سیلاب کی نذر ہوئیں، "دیہاڑے" کے اٹھائیس بند، حضرت قطب عالمؒ کی "امداد الہیہ" اور "مراۃ الفقراء"، اور سید محمد حسین شاہؒ کے اخباری کالم۔ یہ صورتحال اس امر کی متقاضی ہے کہ اس ورثے کی حفاظت کے لیے فوری اور منظم اقدامات کیے جائیں۔

خلاصہ تحقیق

مشائخِ پیر محل کی تصنیفی خدمات اس حقیقت کی روشن دلیل ہیں کہ پنجاب کی خانقاہیں محض روحانی مراکز ہی نہیں بلکہ علم و ادب کی آماج گاہیں بھی تھیں۔ ان بزرگوں نے مرشد کے حکم، مریدین کی ضرورت اور عصری فکری چیلنجوں کے جواب میں قلم اٹھایا اور ایسا علمی سرمایہ چھوڑا جو اپنے موضوعات، زبانوں اور اسالیب کے تنوع میں قابلِ رشک ہے۔ ان کی نثر میں شریعت و طریقت کا توازن، ان کی نظم میں عشقِ رسول ﷺ کی حرارت اور ان کی مناظرانہ تحریروں میں خیر خواہی کا جذبہ ایک ہی فکری نظام کے مختلف رنگ ہیں۔ تاہم یہ ورثہ اس وقت شدید خطرے سے دوچار ہے؛ اگر بروقت اس کی حفاظت، تدوین اور اشاعت کا اہتمام نہ کیا گیا تو صاحبزادہ یوسف طاہر کے الفاظ میں آنے والی نسلیں بھی "بہوں کچھ لبھیا ہے پر سب کچھ نہیں لدھا" کہنے پر مجبور ہوں گی۔ مشائخِ پیر محل کا تصنیفی سرمایہ کم و بیش پچاس تصانیف و مجموعوں پر مشتمل ہے جو تصوف، فقہ، عقائد و مناظرہ، اوراد و وظائف، طب، سفر نامہ، تذکرہ اور شاعری پر محیط ہے۔ یہ ذخیرہ عربی، فارسی، اردو، پنجابی اور سرائیکی پانچ زبانوں میں ہے اور فارسی سے اردو کی طرف منتقلی کی تاریخی روش کی واضح عکاسی کرتا ہے۔ حضرت قطب عالمؒ تصنیفی وسعت اور اثر کے اعتبار سے سب سے نمایاں ہیں؛ ان کی مناظرانہ تصانیف بیسویں صدی کے اوائل کی مسلکی تاریخ کی اہم دستاویز ہیں۔ حضرت صالح محمد صفوریؒ لسانی تنوع کے اعتبار سے ممتاز ہیں، جبکہ میاں علی حیدر ملتانیؒ پنجابی و سرائیکی صوفیانہ شاعری میں اس خطے کی سب سے بلند آواز ہیں۔ ان تصانیف کا بنیادی مزاج تعلیمی و اصلاحی ہے اور ان کے محرکات مرشد کا حکم، مریدین کی ضرورت اور عصری فکری چیلنج رہے ہیں۔ نثر و نظم دونوں میں شریعت و طریقت کا توازن ایک مشترک فکری محور کے طور پر نمایاں ہے۔ اس ذخیرے کا معتدبہ حصہ غیر مطبوعہ یا مفقود ہے، اور جو مطبوعہ ہے وہ بھی بیشتر نایاب ہو چکا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ کرمانی، محمد بن سید مبارک، سید، سیر الاولیاء، دہلی، مطبع محبِ ہند، ۱۳۰۲ھ، ص ۱۸۳

۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخِ ادبِ اردو، جلد اول، لاہور، مجلسِ ترقیِ ادب، جولائی ۱۹۷۵ء، ص ۱۵۹، ۱۶۰

۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخِ ادبِ اردو، جلد دوم (حصہ دوم)، لاہور، مجلسِ ترقیِ ادب، جون ۱۹۸۲ء، ص ۹۸۳

۴۔ حاشیہ: پیر محل قیامِ پاکستان سے قبل ضلع ملتان اور بعد ازاں ضلع لائل پور (فیصل آباد) کا حصہ رہا؛ اسی لیے قدیم تصانیف میں "پیر محل ضلع ملتان" اور بعد کی مطبوعات میں "براستہ پیر محل ضلع لائل پور" درج ملتا ہے۔ اب یہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کی ایک تحصیل ہے۔

۵۔ اختر سدیدی، "مذہبی ادارے" مشمولہ: پندرہ روزہ شب و روز لائل پور، اشاعتِ خاص پیر محل نمبر، جلد ۳، شمارہ ۹۵، اکتوبر ۱۹۶۰ء، ص ۳۰

۶۔ قادری، محمد طاہر حسین، پیر، لمعاتِ قطب، ص ۸۴

۷۔ ایضاً، ص ۷۷

۸۔ بخاری، قطب علی شاہ، سید، اسرار المعرفت، مقدمہ، ص ۱، ۲

۹۔ حاشیہ: "سی حرفی" پنجابی کی ایک مقبول صنفِ سخن ہے جس میں ہر بند حروفِ تہجی کی ترتیب سے کسی ایک حرف سے شروع ہوتا ہے۔ فارسی حروفِ تہجی کی تعداد کی نسبت سے اسے "سی (تیس) حرفی" کہا جاتا ہے۔ صوفی شعرا نے اسے حفظ و ترنم کی سہولت کے باعث تبلیغ و تلقین کے لیے کثرت سے برتا ہے۔

۱۰۔ قادری، محمد طاہر حسین، پیر، لمعاتِ قطب، ص ۱۱۲

۱۱۔ حاشیہ: بنیادی ماخذ میں نہج البلاغہ کا جامع "علامہ سید شریف مرتضیٰ حلی" اور خطبے کا نام "خطبۂ شقیقہ" درج ہے، جبکہ معروف تحقیق کے مطابق نہج البلاغہ کے جامع الشریف الرضی (م ۴۰۶ھ) ہیں اور مذکورہ خطبہ "خطبۂ شقشقیہ" کے نام سے معروف ہے۔ مقالے میں معروف نام اختیار کیا گیا ہے۔

۱۲۔ قادری، محمد طاہر حسین، پیر، (مرتب)، دیوانِ قطبیہ، لاہور، طفیل پبلشرز، ۲۰۰۴ء، ص ۱

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۱

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۱

۱۵۔ منشی، لالہ حکم چند، تواریخ ضلع ملتان، ص ۱۲۵

۱۶۔ یوسف طاہر، صاحبزادہ (مرتب)، کلیاتِ صالح محمد صفوری، عبد الحکیم شہر، ضلع خانیوال، مکتبہ صفوریہ، آئیڈیل سکول بلڈنگ، ۲۰۱۱ء، ص ۴۸

۱۷۔ ایضاً، ص ۴۸

۱۸۔ ایضاً، ص ۹۱

۱۹۔ ایضاً، ص ۵۱

۲۰۔ حاشیہ: "طبِ اکبر" حکیم محمد اکبر ارزانی کی فارسی تصنیف ہے جو برصغیر میں طبِ یونانی کی معروف درسی و مرجع کتب میں شمار ہوتی ہے اور اس کے اردو تراجم بھی رائج رہے ہیں۔

۲۱۔ ککے زئی، فضل الدین، ملک، (مرتب)، مکمل مجموعہ ابیات حضرت علی حیدر ہاشمی، لاہور، مختار پرنٹنگ پریس، ص ۱ تا ۳

۲۲۔ اللہ بخش جلال، میاں (مرتب)، دیوانِ عشق، ۲۰۲۱ء، ص ۱۰

۲۳۔ ایضاً، ص ۵۹

۲۴۔ ایضاً، ص۴۸

۲۵۔ حاشیہ: "ساقی نامہ" فارسی و اردو شاعری کی ایک صنف ہے جس میں شاعر ساقی کو مخاطب کر کے شراب، میکدے اور جام کی علامتوں کے پردے میں عشقِ الٰہی، سرمستی اور معرفت کے مضامین بیان کرتا ہے۔ صوفیانہ روایت میں یہ علامات باطنی کیفیات کی تعبیر ہیں۔

۲۶۔ سہروردی، محمد جلال الدین، خلیفہ، مرشد نامہ، ص۱

۲۷۔ ایضاً، ص۳

۲۸۔ کاظمی، توقیر حسین شاہ، سید (مرتب)، دیوانِ حافظ مجددی، قصور، پنجاب پرنٹنگ پریس، ص۷

۲۹۔ ایضاً، ص۹

۳۰۔ ترمذی، محمد زکریا الحسن شاہ، سید، صلِ علیٰ، حصہ سوم، فیصل آباد، اسحاق گرافکس۔

۳۱۔ ایضا، حصہ اول، لاہور، عمر سنز، ص۴۳

۳۲۔ ایضا، حصہ دوم، پیر محل، زاہد مختار پرنٹنگ پریس، ص۱۰۵

۳۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادبِ اردو، جلد دوم (حصہ دوم)، لاہور، مجلسِ ترقی ادب، جون ۱۹۸۲ء، ص۹۹۵

مصادر و مراجع

اختر سدیدی، "مذہبی ادارے" مشمولہ: پندرہ روزہ شب و روز لائل پور، اشاعتِ خاص پیر محل نمبر، جلد ۳، شمارہ ۹۵، اکتوبر ۱۹۶۰ء

بخاری، قطب علی شاہ، سید، اسرار المعرفت، مقدمہ، شرکت پرنٹنگ پریس 43 نسبت روڈ لاہور، ۱۹۹۶

ترمذی، محمد زکریا الحسن شاہ، سید، صلِ علیٰ، حصہ سوم، فیصل آباد، اسحاق گرافکس، س،ن

جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادبِ اردو، جلد اول، لاہور، مجلس ترقی ادب، جولائی ۱۹۷۵ء

جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادبِ اردو، جلد دوم (حصہ دوم)، لاہور، مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۸۲ء

قادری، محمد طاہر حسین، پیر، (مرتب)، دیوانِ قطبیہ، لاہور، طفیل پبلشرز، ۲۰۰۴ء، ص ا

قادری، محمد طاہر حسین، پیر، لمعاتِ قطب، لاہور، طفیل پبلشرز، ۲۰۰۴ء

کاظمی، توقیر حسین شاہ، سید (مرتب)، دیوانِ حافظ مجددی، قصور، پنجاب پرنٹنگ پریس، س،ن

کرمانی، محمد بن سید مبارک، سید، سیر الاولیاء، دہلی، مطبع محبِ ہند، ۱۳۰۲ھ

ککے زئی، فضل الدین، ملک، (مرتب)، مکمل مجموعہ ابیات حضرت علی حیدر ہاشمی، لاہور، مختار پرنٹنگ پریس، س،ن

اللہ بخش جلال، میاں (مرتب)، دیوانِ عشق، ادارہ ادبیاتِ اردو حیدر آباد، ۱۹۶۰ء

منشی، لالہ حکم چند، تواریخ ضلع ملتان، بزم ثقافت ملتان، ۱۹۸۴ء

یوسف طاہر، صاحبزادہ (مرتب)، کلیاتِ صالح محمد صفوری، عبد الحکیم شہر، ضلع خانیوال، مکتبہ صفوریہ، آئیڈیل سکول بلڈنگ، ۲۰۱۱ء